ڈاکٹر محمد اقبال خان (کشمیر)

پروفیسر مسعود حسین خان: اردو میں اسلوبیاتی تنقید کا بنیاد گزار

''اسلوب'' جسے انگریزی میں اسٹائل (Style) کہتے ہے سے عام طور پر کسی کام کو کرنے کا ڈھنگ، طریقہ یا انداز مراد لیا جاتا ہے۔ ہر شخص کے کام کرنے کا انداز یا ڈھنگ مختلف ہوتا ہے۔ اسی کو اس شخص کا اسٹائل یا اسلوب کہتے ہیں۔ ادب میں اسلوبیات ایک جدید نظریہ تنقید ہے جس میں ادبی و تخلیقی زبان کا مطالعہ و تجزیہ لسانیات کی روشنی میں معروضی اور سائنسی انداز سے کیا جاتا ہے۔ اس میں متن کے لسانی اور اسلوبی خصائص (Style Features) کو نشان زد کیا جاتا ہے اور تنقیدی رویے کی روشنی میں ادبی فن پارے یا متن کو خود مختار مان کر اس کی زبان و اسلوب کا توضیحی انداز سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اسلوبیات کو ''ادبی اسلوبیات'' سے ممیز کرنے کے لیے کبھی کبھی ''لسانیاتی اسلوبیات'' بھی کہتے ہیں۔ ادبی اسکالر اسے اسلوبیاتی تنقید کا نام دیتے ہے۔ لیکن ماہرین لسانیات اسے ''اسلوبیات'' یا ''لسانیاتی اسلوب'' ہی کہنا پسند کرتے ہیں۔ لسانیاتی اسلوب، ''لسانیات'' سے قریب تر ہے لہذا اس میں لسانیاتی طریق کار اختیار کیا جاتا ہے۔ جبکہ ''ادبی اسلوبیات'' ادبی تنقید سے قریب تر ہے۔ اس تناظر میں اسلوبیات اطلاقی لسانیات (Applied Linguistics) کی وہ شاخ ہے جس میں لسانیات کا اطلاق متن یا ادب پارے کے مطالعے پر کیا جاتا ہے۔ لسانیات میں زبان کا مطالعہ دو مخصوص زاویوں سے کیا جاتا ہے۔ ایک کو تاریخی لسانیات (Historical Linguistics) جبکہ دوسرے کو توضیحی لسانیات (Descriptive Linguistics) کہتے ہیں۔ تاریخی لسانیات میں کسی زبان کے آغاز، اس کی تشکیل اور عہد بہ عہد ارتقا سے بحث کی جاتی ہے۔ اس میں متعلقہ زبان کی ان تمام تبدیلیوں پر غور کیا جاتا ہے جو مرور ایام میں بتدریج ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں نیز زبان کا مطالعہ اس کی سابقہ حالت اور تحریری حوالوں سے بھی کیا جاتا ہے۔ جبکہ توضیحی لسانیات میں زبان کی توضیح و تجزیے پر توجہ دی جاتی ہے۔ توضیحی لسانیات کے تحت زبان کے مطالعے کی پانچ سطحیں ہوتی ہیں۔ اس

میں صوتیات، علم الاصوت، صرفیات، نحو اور معنیات کی سطحیں شامل ہیں۔ توضیحی لسانیات کو زبان کا یک زبان (Synchronic) مطالعہ بھی کہتے ہے جبکہ تاریخی لسانیات کو زبان کا دو زمانی (Diachoronic) مطالعہ بھی کہتے ہے۔ گوپی چند نارنگ اسلوبیات کے حوالے سے یہ رائے قائم کرتے ہے۔ لکھتے ہیں:

''اسلوبیاتی تجزیے سے مصنف کی پہچان اسی طرح ممکن ہے جس طرح انسان اپنے ہاتھ کی لکیروں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسلوبیات کے ذریعے مصنف کے لسانی اظہار کے ہاتھ کی لکیروں کا پتہ چلایا جاسکتا ہے اور اس کی شناخت حتمی طور پر متعین کی جاسکتی ہے۔ اشخاص کی طرح اصناف کا بھی مزاج ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلوبیات کی مدد سے یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ باہم دگر مختلف اصناف اسلوبیاتی امتیاز کیا ہے۔'' ا

۱۹۵۰ء کے بعد اسلوبیات کے میدان میں قابل ذکر کارنامے سامنے آئے۔ اسی وقت اسلوبیات کو اطلاقی لسانیات (Applied Linguistics) کے ایک خاص شعبے کی حیثیت سے فروغ ملا۔ اسی دوران یورپ اور امریکہ میں اسلوبیات کے موضوع پر کچھ بین الاقوامی سیمنار اور کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امریکہ، انگلستان، اٹلی، فرانس اور دیگر یورپی ممالک کے ماہرین زبان وادب نے اسلوبیات کے موضوع پر بحثیں کی جس کے نتیجے میں اسلوبیات کو ادب کے حوالے سے کافی فروغ ملا۔ یورپ اور امریکہ میں جن مفکروں، دانشوروں اور نقادوں نے اسلوبیاتی تنقید کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا ان میں ٹامس اے لیبیوک، روجر فاؤلر، اسٹیفن المن، آر کی بالڈا اے ہل، لیبر لڈ وائٹ ہال، سیموئل آر لیون، نلز ایرک، انکوسٹ، ڈیل ہائمز، ایم۔ اے۔ کے ہیلیڈے، اے میکونتوش، سیمو چیٹمین، رچرڈ سکین، رچرڈ اومین، ڈیوڈ کرسٹل، جیوفری لیچ، رومن جیکب سن، نوام چامسکی، بلوم فیلڈ، ویلک آسٹن ویرن، ایڈورڈ سپیر، اسپن، سیمور چیٹمن، سال سپورٹا اور ڈیل ہائمز وغیرہ کے نام خصوصیات کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ بلوم فیلڈ کی تصنیف Language (نیو یارک ۱۹۳۳ء) اور نوام چامسکی کی (Syntactic Structures ۱۹۵۷ء) اس سلسلے میں قابل ستائش کارنامے ہیں۔

اگر ہم اردو میں اسلوبیاتی تنقید کی بات کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اردو میں اسلوبیات کا سرمایہ زیادہ وسیع نہیں ہے اگرچہ لسانیات جاننے والوں کی تعداد خاصی اچھی ہے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو لسانیات کو ادبی مطالعے میں پیش کرسکیں۔ اردو لسانیات کی تاریخ کا آغاز یوں تو خان آرزو اور انشاء اللہ خان انشاء سے ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں انشا کی ''دریائے لطافت'' (۱۸۰۸) کے بعد سرسید احمد خان کی قوائد ''صرف ونحو زبان اردو'' کا نام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کی ترقی کی رفتار کافی سست رہی۔ ماضی قریب کی اگر بات کی جائے تو اس میں مولوی عبدالحق، وحید الدین سلیم، سید محی الدین قادری زور، پنڈت برجموہن دتاتریہ

کیفی، عبدالستار صدیقی، عبدالقادر سروری، مسعود حسین رضوی ادیب، سید احتشام حسین، شوکت سبزواری اور سہیل بخاری کے نام خصوصیات کے ساتھ لے جاسکتے ہیں جنھوں نے زبان اور علم زبان کے مختلف پہلوں پر لسانیاتی اور اسلوبیاتی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالی ہے۔لیکن ان میں اسلوبیاتی تنقید کا دائرہ بہت محدود پایا جاتا ہے۔ان میں سے بیشتر اہل علم نے تحریری زبان کو ہی زیر بحث لایا ہے۔

جدیدیت کے دور میں اسلوبیاتی تنقید بحیثیت ادب شناسی کے طور پر پیش کرنے کا سہرا پروفیسر مسعود حسین خان کو جاتا ہے موصوف نے پہلی بار اسلوبیاتی تنقید کو مدلل اور مفصل انداز میں پیش کیا ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خان (۱۹۱۹ء تا ۲۰۱۰ء) اُتر پردیش کے ضلع فرخ آباد میں واقع ایک چھوٹے سے قصبے قائم گنج کے ایک متمول اور ذی علم پٹھان گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ان کے مورث اعلیٰ حسین خان کا وطن شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ پاکستان صوبہ خیر پختون خوا) میں واقع ایک مقام تیراہ (کوہاٹ کے شمال کا قبائلی علاقہ) تھا۔حسین خان نے تلاش معاش کے سلسلے میں اپنے آبائی وطن کی سکونت ترک کر کے ۱۷۱۵ء کے لگ بھگ قائم آباد (یو۔پی) میں آ کر آباد ہو گئے۔

مسعود حسین خان نے یورپ اور امریکہ کے لسانی نظریات کو اردو میں متعارف کیا ہے۔موصوف نے لسانیات کی اعلیٰ تعلیم یورپ اور امریکہ میں حاصل کی۔جب مسعود صاحب یورپ میں تھے اُس وقت تنقید کی دنیا میں نوم چومسکی (Noom Chamsky) کی تصنیف (Syntactic Stracture) اور بلوم فیلڈ کی تحریروں نے لسانیات کے میدان میں کافی ہنگامہ خیز تبدیلیاں برپا کر دیے ہیں۔اسی تناظر میں مسعود حسین خان نے لسانیات اور اسلوبیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔انہوں نے اسلوبیات، لسانیات اور ادب کے رشتے کی مظہر پر زور دیا ہے۔ان کی تحریروں میں امریکی ماہر اسلوبیات آر کی بالڈا ے اور پروفیسر ہل کے تصورات کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔مسعود صاحب نے یورپ کے سفر کے واپسی پر ۱۹۶۶ء میں اپنے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''شعروزبان'' شائع کیا ہے جس سے موصوف نے اسلوبیاتی تنقید کے نظریے کو اردو میں باضابطہ طور پر متعارف کیا ہے۔انہوں نے اقبالؔ، غالبؔ اور فانیؔ کے کلام کا اسلوبیاتی تجزیے پیش کیے ہیں۔جس سے موصوف کو اردو میں اسلوبیاتی تنقید نگاری کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔ان کا خیال ہے کہ شاعرانہ وجدان جب پیرایہ زبان اختیار کرتا ہے تو اس کا ظہور مفرد الفاظ کی شکل میں نہیں بلکہ نحوی ترتیب کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''الفاظ کی اس سماجی زندگی ہی میں زبان اگر مکمل اظہار نہیں تو مکمل اظہار کے بعض مدارج تک پہنچ جاتی ہے اور شاعرانہ وجدان کی توسیع زبان کے ساتھ مسلسل ہوتی رہتی ہے۔'' ۲۔ مسعود حسین

خان نے شعر کی معنیاتی سطح تک پہنچنے کے لئے اس کی صوتی ،صرفی اور نحوی سطحوں سے گزرنا اور ان کا تجزیہ کرنا گزیر قرار دیا ہے ۔لسانیات کی با قاعدہ تعلیم وتربیت پانے کی وجہ سے ان کا ذہن ،تجزیاتی ،معروضی اور سائنسی طرز فکر کا حامل بن گیا ہے۔ایک جگہ لسانیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس میں سائنسی انداز فکر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جذبہ وتخیل کی دنیا سے نکل کر انسان تعقلی استدال اور منطقی فکر کو اپنائے۔''۳ اگر چہ مسعود حسین خان بنیادی طور پر ادب کے استاد تھے لیکن لسانیات پر انہوں نے با قاعدہ تعلیم وتربیت حاصل کی ہے۔لسانیات کے اطلاق اور مطالعہ ادب کے لیے اسلوبیاتی طریق کار کو اختیار کرنے کی با قاعدہ تحریک انھیں امریکہ میں آر کی بالداے ہل کے لکچروں سے ملی ۔موصوف نے (۱۹۵۹ء ۔ ۱۹۶۰ء) کے دوران امریکہ کا علمی سفر کیا ۔ جہاں انہوں نے ٹیکس یونیورسٹی (آسٹن)اور ہارورڈ یونیورسٹی میں لسانیات کے حوالے سے تعلیم حاصل کی ہے ۔ٹیکس یونیورسٹی میں ان کی ملاقات آر کی بالداے ہل سے ہوئی جو وہاں پر شعبہ انگریزی کے صدر تھے ۔مسعود صاحب نے یہاں پر ہل کے لیکچرز کو پابندی کے ساتھ سن لیا اور ان سے بہت زیادہ استفادہ حاصل کیا ہے۔ان ہی کے لکچروں کی وجہ سے موصوف کے ذہن کو لسانیات اور اسلوبیات کے تناظر میں وسعت اور گہرائی ملی ۔ان لکچروں میں ان کو وہ سب کچھ ملا جس کی انھیں اپنی ملک (ہندستان) میں ہمیشہ سے جستجو رہی ۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''پروفیسر ہل کے لکچروں میں جن کو میں پابندی سے حاضری دیتا تھا وہی پایا جس کی مجھے تلاش تھی یعنی لسانیات اور ادب کو کس طرح ہم دگر کیا جا سکتا ہے۔'' ۴

ٹیکس یونیورسٹی میں دو سمسٹر کا وقت گزارنے کے بعد مسعود حسین خان ہارورڈ یونیورسٹی چلے گیے وہاں ان کی ملاقات آئی ۔اے، رچرڈز سے ہوئی ۔لیکن رچرڈز سے موصوف زیادہ استفادہ حاصل نہیں کر پایا کیونکہ رچرڈز وہاں شعبہ انگریزی کے استاد تھے ۔پھر بھی رچرڈز سے ان کی ملاقات بڑی کارگر ثابت ہوئی ۔ رچرڈز ادب کی ماہیت اور معنی کی نوعیت کی سوچ رکھنے والے عالمی شہرت یافتہ شخصیت تھے ۔لسانیات کے ماہران کو سمجھا جاتا تھا ۔جس کے نتیجے میں رچرڈز سے مسعود صاحب کی ملاقات بھی اپنے آپ میں ایک بہت بڑی بات تھی ۔

لسانیات کے موضوع پر ہارورڈ یونیورسٹی میں مسعود صاحب کو علم حاصل کرنے کے بہت سارے مواقع ملے ۔ یونیورسٹی کی علمی فضا ان کے لئے کافی سازگار رہی جس کی وجہ سے موصوف نے زبان وادب کے رشتوں کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا اور بہت سی کتابوں سے استفادہ حاصل کیا ہے اس بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں میرے سر میں سودا سمایا ہوا تھا کہ زبان کے نازک ترین استعمال یعنی شاعرانہ استعمال کی تہہ تک پہنچ سکوں۔ لسانیات کا مطالعہ اب میرے لیے ثانوی ہو گیا تھا جب ادبی نقادوں کی لفاظی سے گھبرا جاتا تو پھر لسانیات میں غوطہ زن ہوتا۔ قدماء کے علمِ بیان و بلاغت کے بارے میں مشاہدات اور مفروضات کو لسانی علم کی کسوٹی پر کسنے کی کوشش کرتا۔ اس میں چامسکی کے نظریے سے بہت مدد ملتی۔ اس لئے کہ اس نے علمِ لسانی کی آنکھیں باہر کے بجائے اندر کی جانب کر دی تھیں۔ اب "معنی" اس قدر "بے معنی" نہیں تھا جس قدر کہ "بلوم فیلڈیوں" نے سمجھ رکھا تھا۔ لیکن اس کے لیے نفسیاتی لسانیات پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔" ۵

ہارورڈ یونیورسٹی میں مسعود حسین خان نے لسانیات کے علاوہ شعر و فن کے مسائل کے رشتوں کے بارے میں بھی کافی سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ مگر انھوں نے مطالعہ شعر کے حوالے سے "متن شعر" اور شاعر کی لسانی محرکات تک ہی اپنے مطالعے کو محدود رکھا ہے۔ حقیقت میں یہی پہلو اسلوبیات تنقید کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسعود صاحب نے مطالعہ شعر میں لسانیاتی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لئے متن "Text" کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ امریکہ سے ہندستان جب مسعود صاحب واپس آئے تو یہاں اس موضوع پر موصوف نے مضامین اور مقالات شائع کیے ہیں۔ اپنے ایک مضمون "شعر و زبان" میں نظریہ شعر کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح بیان کرتے ہیں:

"لسانیاتی مطالعہ شعر، دراصل شعریات کا جدید ہیئتی نقطۂ نظر ہے لیکن یہ اس سے کہیں زیادہ جامع ہے۔ اس لیے کہ یہ شعری حقیقت کا کلی تصور پیش کرتا ہے۔ ہیئت و موضوع کی قدیم بحث اس نقطۂ نظر سے بے معنی ہو جاتی ہے۔ یہ کلاسیکی نقدِ ادب کے اصولوں کی تجدید کرتا ہے اور قدماء کے مشاہدات اور اصطلاحات ادب کو سائنسی بنیاد عطا کرتا ہے۔ لسانیاتی مطالعہ شعر صوتیات کی سطح سے اُبھرتا ہے اور ارتقائی صوتیات، تشکیلیات صرف و نحو اور معنیات کی پُر پیچ وادیوں سے گزرتا ہوا 'اسلوب' پر ختم ہو جاتا ہے۔" ۶ اسی مضمون کے اگلے صفحات پر موصوف نے "مطالعہ شعر" کے حوالے سے اسلوبیاتی نظریے کو اس طرح بیان کیا ہے:

"لسانیاتی مطالعہ شعر میں نہ تو فن کار کا ماحول اہم ہوتا ہے اور نہ خود اس کی ذات اہمیت۔ اہمیت دراصل ہوتی ہے اس فن پارے کی جس کی راہ سے ہم اس کے خالق کی ذات اور ماحول دونوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔" ۷

ڈیل۔ ایچ۔ ہائمز Dell H. Hymes ادب، بشریات اور لسانیات شعبوں کے ساتھ وابستہ رہے۔ ان کی دلچسپی اسلوبیات اور سماجیاتی لسانیات سے بھی کافی گہری ہے۔ ۱۹۶۰ء میں انھوں نے اپنے

ایک مقالے Phonological Aspect of Style: Some English Sonnets میں انگریزی ادب کے کچھ تحریروں کے تجزیے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ صوت و معنی (Sound and Sense) کے درمیان ایک باہمی رشتہ پایا جاتا ہے جو صوتی رمزیت(Sound Symbolism) کی صورت میں شاعری میں موجود ہوتا ہے۔ ہائمز کے انہی خیالات سے استفادہ حاصل کر کے اردو میں اسی طرز کے صوتی تجزیے کے طریق کار کا اطلاق مسعود حسین خان نے اقبال کی دو نظموں ''ایک شام'' اور ''حقیقتِ حسن '' کے صوتیاتی تجزیوں پر کیا ہے۔ ان تجزیوں کے بارے میں وہ لکھتے ہے:

''خود میں نے اقبال کی دو نظموں ''ایک شام'' اور ''حقیقتِ حسن'' کا صوتیاتی تجزیہ ''اقبال کی نظری و عملی شعریات'' میں پیشکیا اور ڈیل ہائمز کے انداز میں اس کے تجمی Summative لفظ کا تعین پہلی نظم میں ''خاموش'' اور دوسری میں ''حسن'' کیا۔'' ۸؎

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسعود حسین خان نے اسلوبیات تنقید کو مغرب کے راستے اردو میں متعارف کیا ہے۔ انھوں نے براہ راست مغربی اسلوبیات سے استفادہ حاصل کر کے اردو میں اس طرز نقد کی داغ بیل ڈالی۔ جس کی وجہ سے ہندوستان میں اسلوبیاتی تنقید کے بانی یا امام مسعود صاحب کو ہی کہتے ہیں۔ موصوف نے پہلی بار اردو میں اسلوبیات تنقید کو باضابطہ طور پر منظم اور مفصل انداز میں پیش کیا ہے۔ ان ہی سے اسلوبیاتی فکر کا کاروان آگے بڑھ گیا۔ اگر چہ اس موضوع پر انھوں نے کوئی باقاعدہ کتاب نہیں لکھی۔ لیکن اپنے مضامین و مقالات کی بدولت انھوں نے ایک پوری نسل کی ذہنی تربیت کا کام انجام دیا۔

مسعود حسین خان نے اپنی ذہنی قابلیت کی بدولت شاگردوں کی ایک ایس جماعت تیار کر لی جنھوں نے آگے چل کر اس نظریے ادب کو چار چاند لگا دیا۔ ان کے شاگردوں میں پرفیسر مرزا خلیل احمد بیگ اور مغنی تبسم بہت مقبول و مشہور شخصیت کے مالک ہیں۔ ان دونوں نے اردو میں اسلوبیاتی تنقید کے لئے قابلِ فخر کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اپنے ایک مضمون ''لسانی اسلوبیات اور شعر'' میں مسعود حسین خان ان دونوں ذہین شاگردوں کے بارے لکھتے ہیں:

''صوتیاتی سطح پر تجزیے کے اس انداز کو میرے دو شاگردوں پرفیسر مغنی تبسم اور ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ نے اپنی تحریروں میں آگے بڑھایا۔ مغنی تبسم کا ''فانی کی شاعری کا تجزیہ'' اور ''غالب کی شاعری: بازیچہ اصوات '' قابل ذکر ہیں اور مرزا خلیل احمد بیگ صاحب کا مضمون ''شعری اسلوب کا صوتیاتی مطالعہ'' (فیض اور اقبال کی نظمیں ''تنہائی'') اس قسم کے تجزیے کی اچھی مثالیں ہیں۔'' ۹؎

مغنی تبسم نے اسلوبیاتی تنقید کی روایت کو بہت عمدگی کے ساتھ آگے بڑھایا۔ اسلوبیات کے

حوالے سے ان کی دلچسپی اس وقت پیدا ہوئی جب انھوں نے فانی بدایونی پر شعبہ اردو کے عثمانیہ یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کا تحقیقی کام شروع کیا۔دلچسپ بات یہ کہ ان کے نگران ڈاکٹر مسعود حسین خان ہی تھے۔ظاہری بات ہے کہ جب استاد لسانیات کے ماہر ہونگے تو ان کے اثرات شاگرد پر ضرور دیکھنے کو ملتے ہیں۔یہی صورت حال یہاں بھی دیکھنے کو ملی جس سے ان کو اسلوبیاتی تنقید کے مطالعے وتجزیے کے حوالے سے کافی شوق پیدا ہوا ہے۔اسی طرح مسعود حسین خان کے دوسرے شاگرد مرزا خلیل احمد بیگ نے بھی اس طرز نقد کے حوالے سے اپنی ذہین صلاحیتوں سے کافی مقبولیت حاصل کی۔اس موضوع پر موصوف نے بہت عمدہ اور جاندار کتابیں تحریر کیے ہیں جن میں "زبان، اسلوب اور اسلوبیات"؛ "تنقید اور اسلوبیاتی تنقید"؛ "ادبی تنقید کے لسانی مضمرات" اور "اسلوبیاتی تنقید: نظری بنیادیں اور تجزیے" قابل ذکر کارنامے ہیں۔کتاب "زبان، اسلوب اور اسلوبیات" کا پیش لفظ مسعود حسین خان نے ہی تحریر کیا ہے جو اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ خلیل صاحب پر بھی مسعود حسین خان کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

لسانیات کو تنقید کے دائرے میں صرف اسلوبیاتی تنقید نے ہی لایا ہے۔اس سے پہلے اردو تنقید میں شعوری طور پر لسانیات سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔اس حوالے سے اسلوبیاتی تنقید کا یہ بہت بڑا اہم کارنامہ مانا جاتا ہے کہ اس نے اردو تنقید میں لسانیات کا رشتہ تنقید سے براہ راست جوڑ لیا ہے۔وہی لوگ ادب شناسی کے حوالے سے اسلوبیات کا سہارا لیتے ہے جن کو لسانیات کا علم ہوگا۔لہذا اسلوبیات کے لئے لسانیات کا علم ہونا ایک ضروری جز قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ لسانیات زبان کے سائنسی مطالعے سے متعلق جو علم وبصیرت فراہم کرتی ہے اس کا اطلاق ادب کے مطالعے اور تجزیے میں بھی کیا جاتا ہے۔لسانیات میں جتنے بھی نئے نظریات، خیالات وتصورات فروغ پاتے ہیں ان کا اطلاق ادب کے مطالعے میں بھی کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلوبیات کو اطلاقی لسانیات Applied Linguistics کی ایک اہم شاخ قرار دیا گیا ہے۔مسعود حسین خان نے بھی اسی تناظر میں غالبؔ کے کلام کے قوامی وردیف کا صوتی آہنگ سے تجزیہ پیش کیا ہے۔جس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ غالبؔ کے یہاں مصوتوں (Vowels) پر ختم ہونے والے قافیوں کی تعداد ۴۸ ہیں۔جبکہ مصوتوں سے شروع ہونے والے ردیفوں کی تعداد صرف ۷ ہے۔یعنی قافیوں کے مصوتوں پر ختم ہونے کے بعد ردیفیں عام طور پر مصمتوں (Consonants) سے شروع ہوتی ہے اور ایسی بہت کم ردیفیں ہیں جو مصوتوں سے شروع ہوتی ہے۔موصوف نے کلام غالب کی یہ ایک نمایاں اسلوبیاتی خصوصیات قرار دی ہے۔اس بارے میں لکھتے ہیں:

"مصوتے قافیوں کے اختتام پر لائے جائیں تو صوتی گرہ زیادہ کامیابی سے لگائی جاسکتی ہے۔بہ مقابلہ اس

کے کہ یہ دریف کا پہلا جزو ہوں۔"۳۶ اسلوبیاتی تنقید پر مسعود حسین خان نے بیش قیمتی تحریریں قلم بند کیے ہیں۔اس ضمن میں ان کا پہلا مضمون "مطالعہ شعر: صوتیاتی نقطہ نظر سے" کے نام سے منظر عام پر آیا ہے جوان کے مجموعہ مضامین ''شعروزبان'' میں موجود ہے۔ یہ مجموعہ حیدآباد سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اسلوبیاتی تنقید پر ان کے چند مضامین ''مقالات مسعود'' (نئی دہلی ۱۹۸۹ء) اور ''اقبال کی نظری و عملی شعریات'' (۱۹۸۳ء) میں شامل ہیں۔

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہے کہ مسعود حسین خان نے اردو میں باضابطہ طور پر اسلوبیاتی تنقید کی عمارت قائم کی۔ موصوف نے نہ صرف اردو میں اسلوبیاتی ولسانیاتی نظریے کو متعارف کیا بلکہ اس تصور کا ایسا چراغ روشن کیا جس نے اپنی روشنی سے پورے اردوادب خاص کو تنقید کی دنیا کو منور کیا ہے۔ اس سلسلے میں مسعود حسین خان کی خدمات مشعل راہ کی حیثیت اختیار کر گیا جس نے اس راستے پر چلنے والوں کی رہنمائی و رہبری کی۔

حوالہ جاتی

(۱)۔ ''معاصر تنقیدی زاویے''، ابوالکلام قاسمی، سرسبز، بدرباغ، جیل روڈ، علی گڑھ، ۲۰۰۷ء، ص۔۱۵۶

(۲)۔ ''تفہیم وتجزیہ''، سیدہ جعفر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۸ء، ص۔۱۵۲

(۳)۔ بحوالہ مسعود حسین خان (مقالات مسعود)، نئی دہلی ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء، ص۔۱۷۹

(۴)۔ بحوالہ مسعود حسین خان، ''ورود مسعود''، (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری،) ص۔۸۹۱

(۵)۔ ایضاً ص۔۱۸۲

(۶)۔ ''شعروزبان''، مسعود حسین خان، حیدرآباد شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی، ۱۹۶۶ء، ص۔۱۶

(۷)۔ ایضاً ص۔۱۸

(۸)۔ ''اسلوبیاتی تنقید: نظری بنیادیں اور تجزیے''، پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۴ء، ص۔۱۷۴

(۹)۔ بحوالہ ''لسانی اسلوبیات اور شعر''، مسعود حسین خان، مطبوعہ ''آج کل''، (نئی دہلی) جلد ۴۹، شمارہ ۱۱، جون ۱۹۹۱ء، ص۔۴

□□□

مدیر

وسیم فرحت (علیگ)

Email:wkfarhat@gmail.com Cell.09370222321/07020484735

نائب مدیران: کلیم ضیاء، احسن ایوبی

مشیر

شمیم فرحت

شمارہ ہٰذا	۱۰۰ روپے
لائبریری اور اداروں سے	۲۵۰ روپے
لائف ممبرشپ	۵۰۰۰ روپے

خط و کتابت کے لیے:

Waseem Farhat (Alig)
Post Box No.55, H. O,
AMRAVATI-444601(M.S)INDIA

صرف زرِ سالانہ اور رجسٹری ڈاک کے لیے:

The Editor,URDU,
"Adabistan", Near Wahed Khan
UrduD.Ed.College, Walgaon Road,
AMRAVATI-444601,Maharashtra (India)

پاکستانی خریداروں کا صرف زرِ سالانہ بھجوانے کے لیے:

بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان
II-B/18، کمرشل ایریا، نزد پیرا ایشیا بیکری، ناظم آباد، کراچی
موبائل:0321-8291908

For Online Payments:
SEAMAHEE URDU
SBI ACCOUNT NO:
34961340420
IFS CODE:SBIN0000311
MICR CODE: 444002971

اگر آپ چیک یا ڈرافٹ بھیجنا چاہیں تو صرف **SEAMAHEE URDU** اس نام سے بھیجیں۔

Scanned by CamScanner